THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

فقہ جعفری کا تعارف، اصولِ اجتہاد، منہج اور مکاتب

Tahira Rani
M.phil islamic studies
University of okara
aarsheenmurad@gmail.com
Maqsood Ahmad
M.phil islamic studies
University of okara
hafizmaqsoodahmad485@gmail.com

Abstract
The Ja'fari School of Islamic jurisprudence occupies a significant position in the development of Islamic legal thought, particularly within the Shi'a intellectual tradition. Distinguished by its reliance on the Qur'an, the Sunnah of the Prophet Muhammad (peace be upon him) as transmitted through the Ahl al-Bayt, reason ('Aql), and scholarly consensus (Ijma'), the Ja'fari legal methodology presents a comprehensive framework for deriving legal rulings. This article examines the historical evolution of Ja'fari Fiqh, its foundational principles of Ijtihad, methodological approaches, and its major scholarly traditions and schools. It further explores the distinctive features that differentiate the Ja'fari methodology from other Islamic legal schools while highlighting areas of convergence within the broader Islamic legal heritage. Through an analytical and comparative approach, the study evaluates the contribution of Ja'fari jurisprudence to contemporary Islamic legal discourse and its relevance in addressing modern socio-legal challenges. The article concludes that the Ja'fari school represents a dynamic and intellectually rich legal tradition whose principles of reasoning and interpretation continue to play an important role in the development of Islamic jurisprudence in the contemporary world.

فقہ جعفری کا تعارف:

فقہ جعفریہ امام جعفر صادق کی جانب منسوب ہے، شیعہ فرقہ کی بڑی تعداد اس فقہ پر عمل کرتی ہے، اس کی تاسیس وتدوین کا مرکز مدینہ منورہ تھا۔ مدینہ منورہ کے بعد کوفہ وبغداد، نجف، وحلہ، اور مشہد اس فقہ کے بنیادی مراکز بنے اس وقت ایران عراق لبنان اور شام اور ہندوستان وپاکستان میں اس فقہ کے متبعین کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے، فقہ جعفریہ میں تیسری صدی ہجری کے وسط تک ان کے آئمہ مرجع کی حیثیت رکھتے تھے، وہی حاکم اعلیٰ ہوتے تھے تے، مسائل میں کلیات اور جزئیات امام ہی کے حکم سے حل ہوتے تھے، ذاتی اجتہاد اور انفرادی رائے کو اصولی درجہ حاصل نہیں تھا تا، تمام شیعہ مذہبی طور پر اس کے احکام کے تابع ہوتے تھے۔[1]

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (بانی فقہ جعفری):

جعفر الصادق یا جعفر ابن محمد الباقر (پیدائش: 20 اپریل 702ء وفات: 3 دسمبر 765ء) اہل بیت اطہار کے بزرگ اور شیعہ اثنا عشریہ کے چھٹے امام ہیں۔ فقہ جعفریہ کی نسبت اِنہی کی طرف منسوب ہے۔

1- پروفیسر اختر الواسع، محمد فہیم اختر ندوی، ص139، تاریخ اشاعت، اکتوبر ہر 2011ء

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

ان کانام جعفر، کنیت ابو عبد اللہ اور لقب صادق تھا۔ آپ امام محمد باقر کے بیٹے امام زین العابدین کے پوتے اور شہید کربلا امام حسین کے پڑپوتے تھے۔ آپ کی والدہ ام فروہ محمد بن ابو بکر کی پوتی تھیں جن کے والد قاسم بن محمد بن ابو بکر مدینہ کے سات فقہا میں سے تھے۔ آپ خود فرمایا کرتے ولدنی ابو بکر مرتین یعنی میں ابو بکر صدیق سے دو مرتبہ پیدا ہوا۔ مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ آپ کا نسب صوری اور نسب معنوی صدیق اکبر سے اس واسطے آپ نے فرمایا ہے کہ علم باطن میں آپ کا انتساب اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابو بکر سے ہے۔[2]

امام صادق رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں کے نزدیک بہت ہی ممتاز تھے، یہاں پر ہم آپ کے بعض معاصرین کے اقوال کو بیان کرتے ہیں:

ا۔ ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ وہ کہتے ہیں: «جعفر بن محمد افقہ من رایت «۔ میری نظر میں جعفر بن محمد سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔[3]

دوسری جگہ پر انہوں نے کہا ہے: «لولا السنتان لہلک النعمان « اگر وہ دو سال نہ ہوتے جن میں میں نے امام صادق رضی اللہ عنہ کے علوم سے استفادہ کیا ہے تو میں ہلاک ہو جاتا۔[4]

حافظ شمس الدین محمد بن محمد جزری نے کہا ہے: « وثبت عندنا انّ کلا من الامام مالک و ابی حنیفة صحب الامام ابا عبد اللہ جعفر بن محمّد الصادق حتی قال ابوحنیفة: مار أیت افقہ منہ۔ « ہمارے لیے ثابت ہو گیا ہے کہ مالک اور ابو حنیفہ، امام ابو عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق (علیہ السلام) کے مصاحب تھے، یہاں تک کہ ابو حنیفہ نے کہا ہے: میں نے ان سے زیادہ کسی کو فقیہ نہیں پایا۔[5]

۲۔ مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ «ما رأت عین و لا سمعت اذن و لا خطر علی قلب بشر افضل من جعفر بن محمّد الصادق علماً و عبادة و ورعاً « علم و عبادت اور تقویٰ میں امام جعفر صادق سے افضل کبھی بھی نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی دل پر ظاہر ہوا ہے۔[6]

امتیازات و خصوصیات:

فقہ جعفری کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں کہ اس میں ائمہ اہل بیت کی روایات قبول کی گئی ہیں اور قرآن و روایات کے بعد ارشاد اہل بیت اہمیت رکھتے ہیں دوسرے مرتبہ میں عقل اور اجماع کو حثیت دی گئی ہے فقہ جعفریہ میں کیا استحسان اور مصالح وغیرہ کو دلیل تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ البتہ اس میں اجتہاد کو بنیادی اہمیت دیتے ہوئے اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا گیا ہے نجف اور قم فقہ جعفریہ کے عظیم شہر ہے اور عموماً اپنے وقت کا مجتہد اعظم ان دونوں شہر میں سے کسی ایک کو اپنے لئے مرکز قرار دیتا ہے۔[7]

بارہ امام:

شیعہ اہل بیت میں سے بارہ اماموں کی امامت کے قائل ہے اور ان میں سے اول حضرت علی ابن ابی طالب پھر ان کے بیٹے حسن اور بعد میں حسین اور ان کے بعد نو معصوم امام ہیں۔[8]

2- تذکرہ مشائخ نقشبندیہ نور بخش توکلی صفحہ ۵۷، مطبوعہ: مشتاق بک کارنر لاہور

3- جامع مسانید ابی حنیفہ، ج ۱، ص ۲۲۲

4- مختصر التحفة الاثنی عشریة، ص ۹، مطبعہ سلفیہ، قاہرہ

5- اسنی المطالب، ص ۵۵

6- اسنی المطالب، ص ۵۵

7- پروفیسر اختر الواسع، محمد فہیم اختر ندوی، ص 140، تاریخ اشاعت، اکتوبر ہر 2011ء

8- سماوی، محمد، تیجانی، شیعہ ہی اہل سنت ہے،، ص 91، ۱۹۹۴ء

بارہ امام درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی	۲۔ حضرت امام حسن	۳۔ حضرت امام حسین	۴۔ حضرت امام باقر
۵۔ حضرت امام نقی	۶۔ حضرت امام جعفر صادق	۷۔ حضرت امام موسیٰ کاظمی	۸۔ حضرت امام تقی
۹۔ حضرت امام زین العابدین	۱۰۔ حضرت امام موسیٰ رضا	۱۱۔ حضرت امام حسن عسکری	۱۲۔ حضرت امام مہدی

امامت کو لے کر اہل تشیع مذہب میں تین فرقے ہیں:

۱۔ امامیہ ۲۔ زیدیہ ۳۔ اسماعیلیہ

تینوں فرقے حضرت علی، حضرت امام حسین، حضرت امام حسن اور حضرت امام زین العابدین کے بارے میں متفق ہے۔

۱۔ شیعہ امامیہ:

سب سے اہم اور مشہور شیعہ امامیہ ہے اسے اثناعشریہ بھی کہتے ہے مسلمہ امامت کو زیادہ اہمیت ائمہ کرام کو معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنا اور امام مہدی کے آنے کے منتظر کے قائل کی بنیاد پر امامی کہا جاتا ہے۔

اور امامیہ کوئی ایک فرقہ نہیں ہے جیسا کہ لگتا ہے بلکہ وہ بہت سے فرقوں مثلا باقریہ موسومیہ اسماعلیہ کا نام ہے۔

یہ ان بارہ اماموں سے نکلتے ہیں اور ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں امامیہ کے مشہور فرقوں میں سے فرقہ اثناعشریہ ہے۔[9]

۲۔ شیعہ زیدیہ:

یہ وہ فرقہ ہے جس میں زید بن علی کو امام تصور کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ باقی دونوں فرقوں سے یہ ممتاز ہے کیونکہ ان کے نزدیک امام حسین بن علی کو اصول و فروع کا سرچشمہ مانتے ہیں۔

۳۔ شیعہ اسماعیلیہ

یہ فرقہ موسیٰ کاظم کی امامت کا قائل نہیں ان کے بڑے بھائی اسماعیل بن جعفر کو مانتے ہیں اور ان کے ہاں قیاس اور رائے کو دخل نہیں ہے۔

فقہ جعفریہ میں دعوت مذہب:

فقہ جعفریہ کے مطابق دعوت دین کے لیے چار چیزوں کے ذریعہ دعوت دی جائے۔ ۱۔ علم ۲۔ مال ۳۔ زبان ۴۔ تلوار[10]

فقہ جعفری کے اصول اجتہاد:

جن ماخذوں کے ذریعے سے شرعی احکام تک پہنچا جاسکتا ہے ان ذرائع کو فقہی ماخذ و مصادر، اصول و احکام کے ادلہ کہا جاتا ہے۔ فقہ جعفری میں استنباط احکام کے مصادر چار ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن مجید ۲۔ سنت ۳۔ اجماع ۴۔ عقل

۱۔ قرآن مجید:

9- حمزہ، استاذ، محمد، التالیف بین الفرق فی اسلامیہ، ص 24، طبع اول، دار قتیبہ، دمشق 1985

10- فاروق، ڈاکٹر، فن اصول فقہ کی تاریخ، ص 732، دار الاشاعت، اردو بازار کراچی 2006

فقہ جعفری میں قرآن مجید کو بنیادی اور اولین ماخذ فقہ کی حیثیت حاصل ہے۔ کسی مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

شیعہ علماء قرآن کی تعریف میں لکھتے ہیں قرآن عربی زبان میں نازل ہونے والی ایسی معجزانہ کتاب ہے جو بعینہ اپنے الفاظ کے ساتھ اللہ کی طرف سے حضرت جبرائیل کے ذریعے لوح محفوظ سے قلب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک ہی دفعہ اجمالاً اور 23 برس کے عرصہ میں تفصیلاً نازل ہوئی۔[11]

۲۔سنت:

اہل تشیع قرآن مجید کے بعد سنت کو دوسرا بڑا ماخذ فقہ قرار دیتے ہیں بلکہ قرآن مجید اور سنت دونوں اس لحاظ سے ایک ہی چیز ہے کہ ان دونوں کا انتساب شارع اول اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔[12]

سنت کی تعریف میں شیعہ علماء کہتے ہیں کہ سنت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل یا تقریر ہے لیکن چونکہ شیعہ فقہا کے نزدیک امام معصوم کا قول لوگوں پر حجت اور واجب اتباع ہونے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی مانند ہی ہے اس لئے شیعہ فقہا نے سنت کی اصطلاح کو وسعت دے دی ہے۔ یوں شیعہ فقہاء کے نزدیک سنت کی تعریف میں امام معصوم کا قول، فعل اور تقریر بھی شامل ہے۔[13]

حجیت سنت میں قرآنی دلائل:

سنت (جس میں امام معصوم کے قول، فعل اور تقریر کو بھی حجیت حاصل ہے) کی حجیت میں مندرجہ ذیل آیات پیش کی جاتی ہیں:

1- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ[14]

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

شیعہ علماء کے نزدیک یہاں وَ اُولِي الْاَمْرِ سے مراد آئمہ اہل بیت ہیں۔

2۔وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ-وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ[15]

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

۳۔اجماع

شیعہ علماء اجماع کو حکم شرعی کی ایک دلیل اور استنباط احکام کے لیے ایک ماخوذ و مصدر قرار دیتے ہیں، لیکن اہل سنت اصولیین کے ہاں ماخذ و مصدر کی حیثیت سے اجماع کا جو تصور ہے، شیعہ امامیہ اصولیین کا تصور اجماع اس سے مختلف ہے۔ ان کہاں اجماع کا مفہوم صرف یہی نہیں ہے کہ ان کے علماء کسی قول پر متفق ہو جائیں بلکہ اجماع اس لئے معتبر اور حجت ہے کہ اس میں قول امام معصوم داخل ہے۔ ہر جماعت خواہ اس کی تعداد زیادہ ہو یا کم جب کسی قول پر متفق ہوں تو امام معصوم کا قول ان کے قول میں داخل ہوتا ہے کیونکہ وہ علماء کے رئیس مرجع ہیں۔[16]

شیعہ علماء کے نزدیک اجماع بذات خود حجت نہیں ہے بلکہ حقیقت میں قول امام معصوم حجت ہے جس سے اجماع منکشف ہوا ہے اسی لئے امامیہ اصولیین نے لفظ اجماع کے اطلاق میں وسعت پیدا کی ہے اور قلیل جماعت کے اتفاق پر بھی اس کا اطلاق کر دیا ہے جن کا اتفاق اصطلاح میں اجماع نہیں کہلاتا۔ اگر قلیل جماعت کا

11- ڈھلوں، عرفان خالد، ڈاکٹر، علم اصول فقہ ایک تعارف، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۱۲، ص ۳۵۳

12- ایضاً، ص ۳۵۶

13- علم اصول فقہ ایک تعارف، ص ۳۵۶

14- النساء ۴:۵۹

15- الحشر ۷:۵۹

16- علم اصول فقہ ایک تعارف، ص ۳۶۲

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

اتفاق بھی قول معصوم سے قطعی طور پر منکشف ہو تو اس کے لئے بھی اجماع کا حکم ہوتا ہے۔ جو اجماع قول معصوم سے منکشف نہ ہو وہ اجماع نہیں ہے، اگرچہ اصطلاح میں اسے اجماع کا نام ہی کیوں نہ دیا جاتا ہو۔[17]

۴۔ عقل

شیعہ علماء عقل انسانی کو بھی مصدر وماخذ تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے متقدمین اصولین کے نزدیک شرعی احکام کے چار مشہور دلائل جن میں سے چوتھی دلیل عقل ہے لیکن ان کے نزدیک یہاں عقل سے مراد وہ دلیل ہے جس میں قیاس شامل نہیں ہوتا ہے۔

الکافی میں آتا ہے کہ ابوالحسن موسی بن جعفر نے ہشام بن الحکم سے کہا: اے ہشام بیشک انسانوں پر اللہ تعالی کی دو حجتیں ہیں ایک ظاہری حجت اور دوسری باطنی۔ ظاہری حجت انبیاء، رسل اور آئمہ کرام ہیں اور باطنی حجت عقول ہیں۔[18]

علامہ محمد رضا مظفر نے بیان کیا ہے کہ اصولیین میں سے سب سے پہلے شیخ ابن ادریس نے عقل کی بطور دلیل وماخذ صراحت کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب السرائر میں لکھا ہے کہ جب کتاب وسنت اور اجماع سے کسی مسئلہ کا شرعی حکم نہ ملے تو محققین کے نزدیک عقلی دلائل سے مدد لی جائے گی۔

عقل کی تعریف میں شیخ المفید (م ۴۱۳ھ) کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ عقل ایک ایسا راستہ ہے جس سے حجیت قرآن اور دلائل اخبار معرفت حاصل ہوتی ہے۔[19]

علامہ محمد رضا مظفر نے عقلی دلیل کی یہ مراد بیان کی ہے: ہر وہ عقلی قضیہ جس کے ذریعے حکم شرعی کے قطعی علم تک پہنچا جائے۔[20]

فقہ جعفریہ میں عقل کو بطور ماخذ جو اہمیت حاصل ہے اور استخراج احکام میں عقل پر جس طرح انحصار کیا گیا ہے اس بنا پر فقہ جعفریہ ایک منفرد خصوصیت کی حامل ہے۔ جو باب اجتہاد ہر وقت مفتوح رکھتی ہے۔ شیعہ حضرات کا یہ دعوی ہے امامیہ کے ہاں اجتہاد کا دروازہ عہد رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے لے کر آج تک کھلا ہوا ہے۔ فروعی مسائل میں حکم شرعی معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کرنا واجب ہے اور اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔[21]

فقہ واصول فقہ میں جعفری فقہاء کا منہج:

فقہ اور اصول فقہ کے اعتبار سے فقہ جعفریہ کا منہج مختلف ادوار میں تقسیم ہے اور ہر دور کی اپنی خصوصیات اور مناہج ہیں، اس اعتبار سے فقہ جعفریہ مندرجہ ذیل دس ادوار میں تقسیم ہوتی ہے۔

پہلا دور: عصر تشریع میں فقہ جعفریہ کا منہج

دوسرا دور: عصر تفسیر و تبیین میں فقہ جعفریہ کا منہج

تیسرا دور: عصر محدثین میں جعفری فقہا کا منہج

چوتھا دور: عصر آغاز اجتہاد میں جعفری فقہا کا منہج

پانچواں دور: عصر آغاز اجتہاد میں جعفری فقہا کا منہج

چھٹا دور: عصر تعطل اجتہاد میں جعفری فقہا کا منہج

17- ایضاً، ص ۳۶۲

18- علم اصول فقہ ایک تعارف، ص ۳۶۳

19- ایضاً، ص ۳۶۴

20- ایضاً، ص ۳۶۴

21- ایضاً، ص ۳۶۷

ساتواں دور: اجتہاد کے دوبارہ آغاز میں جعفری فقہا کا منہج

آٹھواں دور: فقہ کی توسیع اور اخباروں کی پیدائش میں جعفری فقہا کا منہج

نواں دور: اخباریوں کی شکست کا دور اور جعفری فقہا کا منہج

دسواں دور: استنباط کا دور جدید اور جعفری فقہاء کا منہج

پہلا دور: عصر تشریع میں فقہ جعفریہ کا منہج

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت کا ۲۳ سالہ دَور کو تشریع کا عصر کہا جاتا ہے جو بعثت کی ابتدا سے آپ کی عمر کے آخر تک کو شامل ہوتا ہے۔ اس دَور میں اسلامی فقہ ایک ہی دفعہ میں وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ تدریجی شکل میں وجود میں آئی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے احکام الٰہی کو کم کم کرتے ہوئے مسلمانوں تک پہنچایا ہے اور احکام الٰہی اور فقہ کے مسائل کو وقفہ وقفے سے لوگوں تک پہنچاتے تھے اور لوگ بھی کسی واسطے کے بغیر خود پیغمبر اکرم سے مراجعہ کرتے تھے۔ کبھی کبھار پیغمبر اکرم بعض اصحاب کو کچھ مسلمان نشین علاقوں کی طرف بھیجتے تھے تا کہ فقہی مسائل اور شرعی احکام بیان کریں۔ جیسا کہ معاذ بن جبل کو شرعی مسائل بیان کرنے اور دین کی تبلیغ کرنے کے لئے یمن بھیجا۔ اس مرحلے میں اسلامی فقہ اسے سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اس دَور کی کتاب جو اسی دور میں یا اس سے کچھ عرصے کے بعد جمع آوری اور تدوین ہوگئی اور تحریف سے محفوظ رہی قرآن کریم ہے۔[22]

دوسرا دور: عصر تفسیر و تبیین میں فقہ جعفریہ کا منہج

یہ دَور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رحلت سے شروع ہو کر (۳۲۹ھ) تک جاری رہتا ہے۔

خصوصیات: اگرچہ اس دَور میں اجتہاد وسیع پیمانے پر بیان نہیں ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود اس میں مندرجہ ذیل کچھ خصوصیات تھیں:

1۔ احادیث کی کثرت: اس دَور میں حضرت علی علیہ السلام کے ذریعے سے احادیث کی تدوین اور جمع آوری کا سلسلہ پیغمبر اکرم کی حیات میں ہی شروع ہوا اور یہی سیرت دوسرے آئمہ کے اصحاب کے ذریعے جاری رہی جبکہ پیغمبر اکرم کی احادیث اور سنت کو نقل کرنے یا لکھنے پر کم از کم عمر ابن عبد العزیز کے دور تک اہل سنت کے درمیان پابندی تھی۔

2۔ قیاس اور استحسان کو رد کرنا: اس دَور میں شیعہ اپنے فقہی اور عملی مسائل کے لئے آئمہ علیہم السلام سے رجوع کرتے تھے اور خدا کی حجت سے انکو اپنے تمام مسائل کا حل مل جاتا تھا، جبکہ اہل سنت، اپنے مسائل کے لئے کافی منبع نہ ہونے کی وجہ سے غیر معتبر قواعد؛ جیسے قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ، سد و فتح ذرایع سے تمسک کرتے تھے۔

3۔ تقیہ کا وجود: مسلمانوں میں مذہبی اختلافات کی وجہ سے، آئمہ علیہم السلام کے بعض دشمنوں نے شیعوں کے خلاف فضا آلودہ کیا اور آئمہ بھی اس بات سے باخبر تھے اسی لئے بعض دفعہ ظاہری طور پر حکم کو اہل سنت کے عقیدے کے مطابق بیان کرتے تھے تا کہ شیعہ اور سنی کے درمیان اختلاف کا پتہ نہ چل سکے۔[23]

تیسرا دور: عصر محدثین میں جعفری فقہا کا منہج

یہ دَور تقریباً چوتھی صدی کے پہلے نصف کے درمیان سے پانچویں صدی کے پہلے نصف تک کو شامل کرتا ہے۔ اس دَور کے رہبروں میں شیعہ امامیہ بزرگ فقہاء اور محدثوں کے نام شامل ہیں جو اکثر اس دور کے دو مذہبی اور ثقافتی شہر یعنی قم اور ری میں رہتے تھے۔ اس دَور میں لکھی گئی احادیث کی کتابیں شیعہ امامیہ فقہ کی اصلی منابع شمار ہوتی ہیں اور اس دور میں فقہ کی ترقی میں آل بویہ کی شیعہ حکومت کا موثر کردار رہا ہے۔

22- جناتی، محمد ابراہیم، منابع اجتہاد از دیدگاہ مذاہب اسلامی، مطبوعہ تہران ایران، ص ۶

23- گرجی، ابوالقاسم، مقالہ، ص ۱۱۸-۱۲۲ http://ur.mobile.wikishia.net/index.php/

خصوصیات: اس دَور کی اپنی خصوصیات اور امتیازات ہیں جن میں سے اہم کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

شیعہ احادیث کے اہم منابع کی تدوین؛

فقہی فتاوی پر مشتمل ابتدائی کتابوں کی تالیف؛

عظیم دانشوروں کا وجود اور انکی معرفی بالخصوص علم حدیث میں۔

فقہی کتابیں: اس دَور میں فقہی کتابیں چند صورتوں میں پیش ہوئیں۔

ایسی کتابیں جو فقہ کے بعض مسائل کے بارے میں یا کسی خاص باب کے بارے میں لکھی گئیں؛ جیسے الاعتکاف، التیمم و جامع الحج و جامع فقہ الحج

چوتھا دور: عصر آغاز اجتہاد میں جعفری فقہا کا منہج

یہ دور بھی غیبت کبری سے قریب اور اس دَور کے دو بزرگ فقیہ یعنی ابن ابی عقیل عمانی اور ابن جنید اسکافی کے ذریعے شروع ہوا اور نصف صدی تک جاری رہا۔ اس دَور میں گزشتہ ادوار کے بر خلاف علم فقہ اجتہادی شکل اختیار کر گیا اور علم اصول کی برکت سے اس کو خوب رونق ملی اور پہلی دفعہ شیعہ امامیہ علما اور دانشوروں کے توسط فقہی مسائل نصوص سے نکال کر ان پر تحقیق ہوئی اور فقہی بہت سارے فروعات حاصل ہوئے۔[24]

پانچواں دور: عصر آغاز اجتہاد میں جعفری فقہا کا منہج

شیعہ فقہ کا یہ دَور شیخ طوسی کی پوری زندگی کو شامل کرتا ہے آپ شیعہ فقہاء میں سب سے زیادہ بزرگ اور موثر ہیں، 385ھ کو خراسان میں متولد ہوئے اور سید مرتضی کی رحلت کے بعد شیعوں کی زعامت اور مرجعیت کا عہدہ سنبھالا۔ آپ نے فقہ میں کچھ اہم کام انجام دئے۔

اس دَور کی خصوصیات:

اجتہاد اپنے کمال کو پہنچا۔ بالخصوص شیخ طوسی نے اس دور کے بیان شدہ تمام فقہی ابواب کو اصول کی بنیاد پر بیان کیا؛

فقہ مقارن میں کتابوں کی تدوین؛

اجماع کو احکام شرعی کے منابع کے عنوان سے ماننا

شیعہ بزرگ دانشمندوں کی ترقی اور فقہی مہم کتابوں کی تدوین۔[25]

چھٹا دور: عصر تعطل اجتہاد میں جعفری فقہا کا منہج

شیخ طوسی کی رحلت (۴۶۰ھ) سے ابن ادریس حلی (۵۹۸ھ) تک تقریبا ایک صدی فقہاء، احکام اسلامی میں اپنے نظریے کا اظہار نہیں کرتے تھے اور زیادہ تر گزشتہ نظریات کو تکرار کرتے تھے۔ یہ کام شیخ طوسی کے علمی مقام کی وجہ سے تھا اور شیخ طوسی کے مبانی اور قوی استدلال کے مقابلے میں عجز کا احساس کرتے تھے[26]

ساتواں دور: اجتہاد کے دوبارہ آغاز میں جعفری فقہا کا منہج

پانچویں صدی کے دوسرے نصف اور پوری چھٹی صدی میں جو حالت حاکم تھی چھٹی صدی کے آخر میں بعض بزرگ فقہاء؛ جیسے ابن ادریس حلی، کے ذریعے سے اسکی مخالفت ہوئی اور اسی وجہ سے ابن ادریس اور انکے دوسرے ہم عصر فقہاء نے شیخ طوسی کی تقلیدی حالت کو ختم کرتے ہوئے انکے فقہی نظریات پر نقد کیا۔ آپ نے اپنی کتاب سرائر میں فقہ کے تمام مسائل میں شیخ طوسی کے نظریے کو بیان کیا اور اس پر پوری طرح سے نقد کیا۔ آہستہ آہستہ دوسرے فقہاء جیسے: محقق حلی، علامہ حلی

24- گرجی، ابوالقاسم، مقالہ، ص ۱۴۰-۱۴۱ http://ur.mobile.wikishia.net/index.php/

25- گرجی، ص ۱۸۳-۱۸۰

26- گرجی، ص ۱۲۳

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

اور فخر المحققین بھی اسی راہ کے راہی بنے۔ یوں شیعہ فقہ ایک بار پھر سے ترقی کے راستے پر گامزن ہوئی یہ دَور ابن ادریس سے لیکر گیارھویں صدی میں اخباریوں کا دَور شروع ہونے تک جاری رہا۔[27]

خصوصیات:

شیعہ فقہ میں اجتہاد کا لوٹ آنا اور آہستہ آہستہ کمال تک پہنچنا؛

فقہی کتابوں میں بیان شدہ مطالب میں نظم نسق پایا جانا؛

شیعہ فقہاء کے فقہی نظریات کے اختلاف کے بارے میں کتابوں کا لکھا جانا جیسے؛ علامہ حلی کی مختلف اور سید جواد عاملی کی مفتاح الکرامہ۔[28]

آٹھواں دور: فقہ کی توسیع اور اخباروں کی پیدائش کا دور:

گیارھویں صدی میں کچھ شیعہ دانشور قائل تھے کہ شیعہ فقہ کے استنباط کا منبع صرف قرآن و سنت ہے نہ وہ جو مجتہدین کہتے ہیں۔ اس بات کے کچھ علل و اسباب تھے؛ اس لئے کہ علم اصول کا موجد اہل سنت تھے؛ اس لئے کہ ائمہ ان قواعد سے استفادہ نہیں کرتے تھے اور اس لئے کہ یہ قواعد اہلبیت علیہم السلام کی احادیث کی اہمیت میں کمی کا باعث بنتی ہیں۔ اسی وجہ سے انکی نظر میں اجتہاد کے دوران ان قواعد کی پابندی نہیں کرنا چاہیے جو علم اصول کی کتابوں میں بیان ہوئی ہیں۔[29]

خصوصیات:

علم اصول فقہ، اخباریوں کی شدید مخالفت کی وجہ سے کمزور پڑنا؛

فقہی کتابوں کو احادیث کے مبنا پر لکھا جانا؛ جیسے کتاب الحدائق الناضرۃ؛

احادیث کے اہم مجموعے لکھنا؛ جیسے محمد محسن فیض کاشانی کی تالیف وافی شیخ حر عاملی کی تألیف وسائل الشیعۃ اور محمد باقر مجلسی کی تالیف بحار الأنوار

نواں دور: اخباریوں کی شکست کا دور اور جعفری فقہا کا منہج

تیرھویں صدی میں اخباریت کے رائج ہوئے تقریبا ایک صدی کے بعد وحید بہ بہانی جیسے عالم اور فقیہ کے ذریعے سے شیعہ اجتہاد میں آہستہ آہستہ رونق آگئی۔ آپ نے اپنے شاگردوں سمیت سب سے پہلے اخباریوں کے سوالات اور شبہات کے جواب دئے اور اصولی قواعد کے مطابق اجتہاد کرنے کی ضرورت کو ثابت کر دیا اور اسی لئے انہوں نے الفوائد الحائریہ نامی کتاب لکھا۔ اخباری مکتب کی شکست کے بعد اس عصر کے دانشوروں نے استنباط کے صحیح طریقے کو تقویت دینے کی زیادہ کوشش کی اور بہت گراں بہاء کتابیں تالیف کیا۔[30]

خصوصیات

اصولیوں کے قیام سے اخباریوں کی تحریک کو شدید شکست

تدریجی طور پر ان مسائل کا علم اصول سے خارج ہونا جن کو اہل سنت نے اصول میں شامل کیا تھا اور شیعہ استنباط میں انکا کوئی کردار نہیں تھا؛ جیسے قیاس، استحسان، مسائل مرسلہ، سد و فتح ذرائع

دسواں دور: استنباط کا دور جدید اور جعفری فقہاء کا منہج

روش کے اعتبار سے یہ دَور گزشتہ دور کا تسلسل ہے اور تیرھویں صدی کے آخر سے شروع ہوا اور چودھویں صدی کے اواسط تک جاری رہا۔[31]

27- گرجی، ص۲۲۷

28- گرجی، ص۲۲۸

29-گرجی، ص۲۳۷

30-گرجی، ص۲۵۹

31-گرجی، ص۲۶۵

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

خصوصیات:

استنباط کیلئے اصول کے مسائل کو استفادہ کرنے میں بہت زیادہ تحقیق اور دقت نظر؛

اصول کے مسائل میں عقلی اور منطقی ادلہ کا استعمال؛

استنباط میں شیخ انصاری کا ابداعی طریقہ؛

اجتہاد کے مراحل میں اہل سنت کے اصول فقہ سے استفادہ نہ کرنا؛

فقہی مکاتب اور مدارس:

شیعہ فقہ کی تاریخ میں بعض مجتہد اور فقہاء صرف اپنے سے پہلے والوں کے اقوال نقل کرنے پر اکتفاء نہیں کرتے تھے بلکہ نظریات بیان کرنے میں مستقل تھے اور استنباط اور اجتہاد میں اپنے خاص اسلوب سے استفادہ کرتے تھے فقہی مکتب، سے مراد یہ ہے کہ احکام کے استنباط کے راہ میں موجود خصوصیات کا مجموعہ جو کسی خاص فرد یا کسی خاص گروہ کی روش پر مبتنی ہے اور فقہی قواعد اور اصول کے مباحث میں انقلاب کا باعث بنتا ہے۔ فقہی مکتب کی خصوصیات میں سے ایک تقلید نہ کرنا، اجتہاد کا تدریجی تکامل اور دوسرے فقہاء پر تاثیر ڈالنا ہے۔[32]

شیعہ فقہ میں شروع سے اب تک کئی مکاتب وجود میں آئے ہیں اور ہر ایک نے اجتہاد کے میسر کی ترقی میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ اہم فقہی مکاتب مندرجہ ذیل ہیں:

کوفہ کا مکتب:

امام صادق علیہ السلام کی عمر کے آخری ایام میں شیعہ فقہ کا مکتب مدینہ سے کوفہ منتقل ہوا اور بہت سارے اصحاب، تابعین اور فقہاء نے اس شہر کی طرف ہجرت کیا۔ ان دنوں امام صادق علیہ السلام نے چند دن اس شہر میں قیام کیا۔ بنی امیہ اور بنی عباس کے آپس کے اختلافات نے شیعہ فقہ اور مذہب کی ترویج کیلئے ایک مناسب موقع فراہم کیا تھا۔ اس فقہی مکتب کی اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

احادیث کی تدوین اور لکھنے کو زیادہ اہمیت دینا؛

ایسے جدید مسائل کا وجود میں آنا جن کا کوئی مستقل جواب قرآن میں نہیں ملتا ہے۔ اور یہی سے شیعہ اور اہل سنت کے درمیان فاصلہ زیادہ واضح ہو گیا کیونکہ ایسے مسائل میں شیعہ آئمہ کے پیچھے چلے جاتے تھے اور اہل سنت قیاس، استحسان اور حدس و گمان کا وسیلہ لیتے تھے؛

ایک موضوع میں روایوں کا آپس میں ختلاف اور متعارض روایات کا وجود میں آنا؛

مختلف فقہی مذاہب کا وجود میں آنا: ان میں سے حنبلی، مالکی، شافعی، حنفی مذہب اور مذہب اہل بیت ہیں؛

شرعی احکام کو استنباط کرنے کے لئے آئمہ علیہم السلام کی طرف سے معیار بیان ہونا جیسے استصحاب، برائت، احتیاط، تخییر، قاعدہ طہارت وغیرہ۔[33]

مکتب نجف:

اس شہر کا حوزہ علمیہ پانچویں صدی ہجری قمری سے اب تک بر قرار ہے ان گیارہ صدیوں میں فراز و نشیب زیادہ پیش آئے اور ترقی کے تین دور گنے جاسکتے ہیں۔

32- درآمدی بر چگونگی تکوین مکاتب فقہی در شیعہ

33- کریمی نیا

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337
Vol.4 No.1 2026

پہلا دور: بغداد میں سید مرتضی کی وفات کے بعد شیخ طوسی طوسی کے گھر پر حملے ہونے کی وجہ سے آپ نے اس شہر کو ترک کیا اور نجف کی طرف ہجرت کیا اور وہاں پر قابل شاگردوں کی تربیت کی۔

اس فقہی مدرسے کی اہم خصوصیت، علم رجال پر زیادہ توجہ اور راویوں کی تحقیق تھی جس کی وجہ سے علم رجال کی اہم کتابیں؛ رجال کشی، الفہرست اور رجال دقیق اور منظم شکل میں شیخ طوسی کے توسط شروع ہوئیں۔[34]

دوسرا دور: شیخ طوسی کی وفات کے بعد آہستہ آہستہ حوزہ نجف کی فقہی رونق ختم ہوگئی اور طویل عرصے کے لئے فقہی مرکز نجف سے حلہ اور جنوب لبنان منتقل ہوگیا۔ اور یہ محقق اردبیلی (۹۹۳ھ ق) کے زمانے تک جاری تھا اور ان کے توسط دوبارہ حوزے میں جان آگئی یہاں تک کہ حسن عاملی اور سید محمد عاملی نے جبل عامل سے نجف ہجرت کی۔[35]

تیسرا دور: کربلا میں اخباری وجود میں آنے کے بعد عظیم فقہاء نجف میں نکلے اور تقریبا ایک صدی تک یہ شہر دوبارہ سے شیعہ فقہی مرکز قرار پایا۔ اور یہ توسیع پھر سے شیخ جعفر کاشف الغطاء (۱۲۲۸ھ ق) اور انکے شاگرد محمد حسن نجفی (۱۲۶۶ھ ق) کے ذریعے شروع ہوئی اور شیخ مرتضی انصاری (۱۲۸۱ھ ق)، میرزا حسن شیرازی (۱۳۲۰ھ ق)، میرزا حبیب اللہ رشتی (۱۳۱۲ھ ق)، میرزا محمد حسن آشتیانی (۱۲۴۸ھ ق)، محمد حسن مامقانی (۱۳۲۳ھ ق)، محمد کاظم خراسانی (۱۳۲۹ھ ق)، میرزای نائینی (۱۳۵۵ھ ق)، آقاضیاء عراقی (۱۳۶۱ھ ق) و محمد حسن اصفہانی (۱۳۶۱ھ ق) جیسے فقہاء اور اصولیوں نے اسکو دوام بخشا۔

یہ حوزہ، آخری صدی میں ابوالقاسم خوئی، سید محسن طباطبایی حکیم، سید احمد خوانساری اور محمد تقی خوانساری جیسے فقہاء کے ذریعے سے زندہ رہا۔[36]

حلّہ کا مکتب:

حلہ جنوبی عراق کے شہروں میں سے ایک ہے۔ اور تقریبا دو سو سال تک شیعہ فقہ اور فقاہت کا مرکز رہا ہے۔ اور بڑے نامدار فقہاء اس شہر سے نکلے ہیں؛ جیسے محمد بن ادریس حلی (۵۹۸ھ ق)، محقق حلی (۶۷۶ھ ق)، فخر المحققین (۷۷۱ھ ق)، سید بن طاوس (۶۶۴ھ ق اس دور کی فقہی کتابوں کی خصوصیات:

اس عصر کی فقہی کتابوں میں دقیق نظم پایا جانا؛

فقہی کتابوں میں سلیس اور سادہ عبارت پایا جانا؛

فقہی ابواب کو دو حصے عبادات اور معاملات میں تقسیم کرنا؛

احادیث کی اقسام کو جدا کر کے حدیث حسن، ضعیف، صحیح اور موثق میں تقسیم کرنا۔[37]

اصفہان کا مکتب:

گیارھویں اور بارھویں صدی میں حکومت کو مد نظر رکھ کر حوزہ علمیہ اصفہان کا فقہ رائج ہوا اس حوزے میں تربیت پانے والے فقہاء کا حکومت سے خاص رابطہ تھا اور ان میں سے بعض شیخ الاسلامی کے مقام پر فائز تھے اور قضاوت، جمعہ اور جماعت کے امور ان کے ذمے تھے۔ اس مدرسے میں تربیت پانے والے فقہاء میں سے مشہور محمد تقی مجلسی (۱۰۷۰ھ ق)، محمد باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ ق)، شیخ بہائی (۱۰۳۱ھ ق)، محمد باقر میر داماد (۱۹۴۱ھ ق)، محمد اسماعیل خواجوئی (۱۱۷۳ھ ق)، محمد باقر

34- ربانی، ص ۲۱

35- ربانی، ص ۲۹

36- ربانی، ص ۳۴-۳۲

37- ربانی، ص ۲۶-۲۲

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4 No.1 2026
ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

سبزواری(۱۰۹۰ھ ق)، آقا جمال خوانساری (۱۱۲۵ھ ق) ہیں۔ فقہ کے ساتھ ساتھ حکمت اور فلسفہ کا رشد پانا اور میر داماد اور ملاصدرا جیسے فلسفیوں کا وجود اس حوزہ کی خصوصیات میں سے ہے۔

کربلا کا مکتب:

اصفہان پر افغانیوں کا حملہ اور اصفہان میں افراتفری کے بعد یہاں کے فقہاء نے کربلا کی طرف ہجرت کیا اور شیخ یوسف بحرانی (۱۱۸۶ھ ق) کربلا جانے کے بعد کربلا کے حوزے میں رونق آگئی۔ آپ ایک میانہ رو اخباری تھے۔ ان کے ساتھ ہی وحید بہبہانی نے بھی پر رونق درس کا انعقاد کیا اور بڑے نامور شاگردوں کی تربیت کی جن میں سے سید مہدی بحر العلوم (۱۲۰۵ھ ق)، سید علی طباطبائی (۱۲۳۲ھ ق)، سید محمد مجاہد (۱۲۴۲ھ ق)، ملا احمد نراقی (۱۲۴۵ھ ق)، ملا مہدی نراقی و میرزا ابو القاسم قمی (۱۲۳۲ھ ق) اس فقہی حوزے کے مشہور فقہاء تھے۔[46] وحید بہبہانی کے درس کی کچھ اہم خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے اس کی روش کو ایک فقہی مکتب شمار کیا جاسکتا ہے۔ ان کے حوزے سے بعض برجستہ فقہاء تربیت پائے۔ وحید بہبہانی اور اس کے شاگردوں کی اہم فقہی تشخص علم رجال اور علم اصول فقہ پر زیادہ توجہ دینا ہے جو اخباریوں کے اعتراضات کی وجہ سے منزوی ہو چکے تھے۔

فقہ جعفریہ کے بنیادی ماخذ:

فقہ جعفریہ کی احادیث کی چار بنیادی کتابیں جو فقہ جعفریہ کا قرآن مجید کے بعد اصل ماخذ ہیں "کتب اربعہ" کہلاتی ہیں۔ یہ کتب احادیث نبوی نیز آئمہ اثنا عشریہ کے فرامین پر مشتمل ہیں اور گیارہویں امام حسن بن علی عسکری کے دور (232ھ تا 260ھ) میں ہی مرتب ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

1۔ کتاب الکافی　　2۔ من لایحضرہ الفقیہ　　3۔ تہذیب الاحکام　　4۔ الاستبصار

ذیل میں ان کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

1۔ الکافی:

جس کے مرتب ابو جعفر کلینی ہیں یہ کتاب امام جعفر صادق کے وصال کے تقریباً 180 سال کے بعد لکھی گئی۔

2۔ من لا یحضرہ الفقیہ:

اس کے مرتب محمد بن علی ابن بابویہ (معروف بہ شیخ صدوق) ہیں جو امام جعفر صادق کے 230 سال بعد لکھی گئی۔

3۔ تہذیب الاحکام:

یہ محمد بن حسن طوسی (شیخ طوسی) کی مرتب کردہ ہے جو امام جعفر صادق کے 310 برس بعد لکھی گئی۔

4۔ الاستبصار:

یہ بھی محمد بن حسن طوسی (شیخ طوسی) کی مرتب کردہ ہے جو تقریباً امام جعفر صادق کے 310 برس بعد لکھی گئی۔[38]

38۔ فقہ جعفریہ جلد اول، محمد علی، صفحہ ۵۸ مکتبہ نوریہ حسنیہ لاہور